27

اس سال جلسہ سالانہ پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں ربوہ آؤ اور یہاں آ کر اپنا وقت دُعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں گزارو

اہلِ ربوہ کا فرض ہے کہ وہ مہمانوں کی رہائش کے لیے زیادہ سے زیادہ مکانات پیش کریں اور پھر تندہی سے ان کی خدمت کریں

(فرمودہ 19 ستمبر 1958ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اکٹھا رکھنے اور ان کے اندر اتحاد پیدا کرنے کے لیے حج جیسی عظیم الشان نعمت اسلام میں جاری کی ہے۔ اس کی ابتدا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ ہوئی تھی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ماننے والے بہت تھوڑے لوگ تھے۔ جس شخص کی اُمت ساری دنیا میں پھیل گئی اور جس نے خانہ کعبہ کو ساری دنیا کا مرجع بنا دیا وہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ حجِ بیت اللہ کا اعلان کروایا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ

كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ 1 یعنی تیرے پاس دور دراز سے پیدل چل کر بھی لوگ آئیں گے اور ایسی اونٹنیوں پر بھی سوار ہو کر آئیں گے جو لمبے سفر کی وجہ سے دُبلی ہو گئی ہوں گی اور وہ ایسے راستوں پر سے گزرتی ہوئی آئیں گی جن میں کثرت سفر سے گڑھے پڑے ہوئے ہوں گے۔

اِس زمانہ میں چونکہ ریلیں اور ہوائی جہاز نکل آئے ہیں اِس لیے لوگوں کو اِس مثال سے غلطی نہیں کھانی چاہیے۔ میں نے خود اُس زمانہ میں حج کیا ہے جب ابھی ہوائی جہاز نہیں نکلے تھے اور جدہ سے مکہ تک کا سفر میں نے اونٹوں پر ہی کیا ہے اور میں نے دیکھا کہ واقع میں رستوں میں گڑھے پڑے ہوئے تھے اور گرد اُڑتی رہتی تھی۔ اگر کوئی آسودہ حال ہوتا تو وہ اونٹ کی بجائے گدھا لے لیتا۔ گدھا عربوں کی مرغوب ترین سواری ہے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ گدھا مصر میں زیادہ ہوتا ہے اور چونکہ عرب میں دولت زیادہ تر مصر سے ہی آئی تھی اِس لیے مصری رواج اور دستور کو بھی انہوں نے اپنا لیا۔ میں نے ایک دفعہ غارِ ثور جانے کا ارادہ کیا تو سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب مرحوم اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور کہنے لگے کہ میرا ایک دوست ہے۔ میں اُس کا اصطبل آپ کو دکھاتا ہوں۔ آپ اپنی سواری کے لیے کوئی چیز پسند کر لیں۔ چنانچہ ہم وہاں گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہاں اُس کا ایک گدھا تھا۔ اُسے دیکھ کر تو وہ خود ہی کہنے لگے کہ یہ آپ کے لیے مناسب نہیں۔ پھر ہم نے ایک گھوڑا دیکھا مگر اُسے بھی چھوڑا۔ آخر کہنے لگے کہ خچر لے لیں کیونکہ خچر کی زیادہ قیمت ہوتی ہے اور بڑے بڑے امراء اِس پر سوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے خچر لے لی۔ جب ہم غارِ ثور کی طرف جانے لگے تو میرے ساتھ ایک تو نانا جان مرحوم تھے اور ایک عبدالمحی عرب تھے۔ عبدالمحی عرب کو میں نے گدھا لے دیا تھا اور خود خچر پر سوار ہوا مگر جب ہم جا رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ عبدالمحی صاحب عرب کا گدھا ہم سے کوئی دو میل آگے نکل گیا ہے۔ خچر کو ہم بہتیرا ماریں مگر وہ چلے ہی نہ۔ آخر میں نے بھی گدھا لے لیا۔ اس پر سوار ہو گیا حالانکہ وہ خچر تین ہزار روپیہ کی تھی گدھا وہاں نو سو یا ہزار کو مل جاتا ہے۔ بعض گدھے پندرہ پندرہ سو تک بھی ملتے ہیں اور گھوڑا سترہ اٹھارہ سو میں مل جاتا ہے۔ بہرحال عمدہ خچر تین ہزار روپیہ میں ملتی ہے مگر باوجود اچھی خچر ہونے کے گدھا اُس سے تیز چلتا تھا۔ اُس زمانہ میں امراء زیادہ تر خچروں پر سواری کرتے تھے اور باقی اونٹوں یا گدھوں پر سواری کرتے۔

اونٹ عرب کی جان ہے اور اِسی کا حوالہ دے کر قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر قسم کی اونٹنیوں پر سوار ہو کر جو کثرتِ سفر کی وجہ سے دُبلی ہو جائیں گی تیرے پاس لوگ آئیں گے یعنی عرب کے کناروں سے چل کر لوگ آئیں گے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مار تو صرف عرب کے کناروں تک تھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مار دنیا کے کناروں تک ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مار صرف اونٹوں تک تھی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مار ریلوں، جہازوں بلکہ ہوائی جہازوں تک ہے۔ چنانچہ مغربی افریقہ سے اِس سال ہماری جماعت کے دو آدمیوں نے ہوائی جہاز میں سفر کر کے حج کیا ہے۔ اِسی طرح مشرقی افریقہ سے ہر سال کئی آدمی ہوائی جہازوں میں سوار ہو کر حجِ بیت اللہ کے لیے آتے ہیں۔ مغربی افریقہ سے جو رئیس اِس سال حج کے لیے گئے اُن کے ساتھ ایک مقامی افریقن مبلّغ بھی تھا۔ اِسی طرح ربوہ سے جو مبلّغ گئے ہوئے ہیں اُن کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ لیا اور وہ سب کے سب حج کر آئے۔ بہر حال مکہ کی برکات مکہ کے ساتھ ہی وابستہ ہیں جن سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہر شخص جو وہاں جائے فائدہ اُٹھا سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان مکہ مکرمہ سے صحیح رنگ میں فائدہ نہیں اٹھاتے اور حج سے جو برکات وابستہ ہیں اُن کو حاصل کرنے کی پوری کوشش نہیں کرتے۔ حج سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ لوگ وہاں کثرت سے عبادت کریں، اپنے اوقات ذکرِ الٰہی میں بسر کریں، روزے رکھیں، اعتکاف بیٹھیں اور اپنے دلوں کو خدا تعالیٰ کے نور سے منور کرنے کی کوشش کریں مگر کئی لوگ ہنسی مذاق اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں ہی اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سنایا ہے کہ ہم مِنٰی سے عرفات کو جا رہے تھے کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ اُس وقت اردو کے نہایت گندے عشقیہ اشعار پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ بمبئی کے ایک سیٹھ کا لڑکا تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو اتفاقاً جس جہاز میں مَیں سوار ہوا اُسی میں وہ نوجوان بھی سوار تھا۔ اُسے کسی طرح پتا لگ گیا کہ میں احمدی ہوں۔ اب یا تو اُس کی یہ کیفیت تھی کہ عرفات کو جاتے ہوئے عین ذکرِ الٰہی کے وقت وہ اردو کے نہایت گندے عشقیہ اشعار پڑھتا جا رہا تھا اور یا جب میں جہاز میں ٹہلتا تو وہ مجھے دیکھ کر کہتا کہ خدایا! وہ جہاز بھی غرق نہیں ہوتا جس میں ایسا شخص سوار ہے۔ میں اس کی یہ بات سن کر دل میں ہنستا کہ اسے اتنی بھی سمجھ نہیں کہ اگر یہ جہاز غرق ہوا تو ساتھ ہی وہ بھی غرق ہو جائے گا۔ ایک دن میں نے اُس سے کہا کہ میں نے آپ کو عرفات کی طرف جاتے ہوئے نہایت

گندے عشقیہ اشعار پڑھتے دیکھا تھا حالانکہ وہ ذکرِ الٰہی اور دُعاؤں کا وقت تھا۔ اگر مکہ مکرمہ میں جا کر بھی آپ نے ذکرِ الٰہی نہیں کرنا تھا تو حج پر آنے سے آپ کی غرض کیا تھی؟ وہ کہنے لگا مجھے تو حج سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرا باپ تاجر ہے اور ہم نے ایک دکان کھولی ہوئی ہے۔ ہماری یہ دکان پہلے خوب چلتی تھی اور سوات تک سے لوگ ہم سے سودا خریدنے آتے تھے۔ مگر پچھلے سال ہمارے ساتھ والا دکاندار حج کر آیا اور اُس نے اپنے نام کے ساتھ حاجی لکھوا کر دکان پر بورڈ لٹکا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بکری کم ہوگئی اور اُس کی دکان خوب چلنے لگی۔ میرے باپ نے مجھے کہا کہ تُو بھی حج کر آ تا کہ ہم بھی حاجی کا بورڈ لگوا سکیں اور لوگ یہاں دکان پر بھی کثرت سے آنے لگیں۔ چنانچہ میں اپنے باپ کے کہنے پر حج کرنے کے لیے آ گیا ورنہ مجھے کیا پتا کہ حج کیا ہوتا ہے اور اِس کے آداب کیا ہیں۔ غرض حج پر تو لوگ جاتے ہیں مگر ان میں اس قسم کے بھی لوگ ہوتے ہیں جنہیں یہ پتا ہی نہیں ہوتا کہ حج کیا چیز ہے اور یہ عبادت کیوں قائم کی گئی ہے۔

ہمارے ساتھ ایک اَور بوڑھا شخص بھی تھا جس کا نام عبدالوہاب تھا اور غیر احمدی تھا۔ میں تو مصر کے راستہ سے حج کے لیے گیا تھا مگر ہمارے نانا جان بمبئی کے راستہ سے حج کے لیے آئے تھے۔ انہیں عبدالوہاب بمبئی میں مل گیا اور چونکہ وہ غریب شخص تھا انہیں رحم آ گیا اور اُسے بھی انہوں نے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ مکہ مکرمہ تک وہ ہمارے ساتھ ہی رہا۔ اس سفر میں ہم سیٹھ ابوبکر یوسف جمال صاحب کے ہاں ہی ٹھہرے تھے اور پھر مکہ مکرمہ میں بھی انہوں نے ہی اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ تمام انتظامات کروائے۔ عبدالوہاب بھی ان تمام انتظامات میں ہمارے ساتھ شریک رہا مگر جب حج ختم ہوا تو مکہ میں سخت ہیضہ پُھوٹ پڑا۔ نانا جان کی طبیعت کمزور تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں فوراً واپس چلنا چاہیے مگر عبدالوہاب نے کہا کہ میں مدینہ جاؤں گا کیونکہ میرے بیٹوں نے مجھے کہا ہے کہ جب تک تُو مدینے نہیں جائے گا تیرا حج مکمل نہیں ہوگا۔ ہم نے اسے منع بھی کیا کہ نہ جاؤ کہیں راستہ میں ہی مر جاؤ گے مگر وہ نہ مانا اور چلا گیا۔ معلوم نہیں پھر اُس کا کیا حال ہوا۔ مگر اس شخص کی مذہب سے واقفیت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ ہم نے اُس سے پوچھا کہ میاں! تمہارا مذہب کیا ہے؟ وہ کچھ دیر خاموش رہا۔ ہم نے کہا بتاتے کیوں نہیں؟ کہنے لگا گھبراتے کیوں ہو؟ سوچنے تو دو۔ تم تو دوسرے کو سوال کر کے پریشان کر دیتے ہو۔ وہ بیچارہ کوئی ستّر اَسّی سال کا تھا اور میری عمر اُس وقت کوئی چوبیس سال کی تھی۔ تھوڑی دیر

کے بعد میں نے پھر پوچھا کہ بتائیے آپ کا کیا مذہب ہے؟ کہنے لگا میری عقل کیوں ماری ہے؟ میں سوچ تو لوں۔ آخر اسی طرح پندرہ بیس منٹ گزر گئے اور پھر کہنے لگا میرا مذہب علیہ علیہ علیہ ہے۔ میں دل میں سمجھ گیا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہنا چاہتا ہے مگر میں نے کہا میاں عبدالوہاب! یہ علیہ علیہ علیہ کیا ہے؟ اِس طرح تو لعنۃ اللہ علیہ بھی ہوتا ہے۔ کہنے لگا سوچ تو لینے دو گھبراتے کیوں ہو؟ میں نے کہا سوچ لو۔ آخر کچھ دیر کے بعد کہنے لگا علیہ رحمۃ اللہ۔ میں پھر ہنسا تو کہنے لگا مجھے ایک کارڈ لے دو میں اپنے گاؤں کے ملّاں سے پوچھ کر تمہیں لکھوا دوں گا کہ میرا کیا مذہب ہے؟ میں نے کہا مجھے ملّاں کے مذہب کی ضرورت نہیں مجھے تو آپ کے مذہب کی ضرورت ہے۔ کہنے لگا میرا مذہب اعظم علیہ ہے۔ یہ اُس کی مذہب سے واقفیت تھی مگر وہ حج کے لیے چلا گیا۔ حج کے بعد کہنے لگا مجھے بیٹوں نے کہا تھا کہ تم نے مدینے ضرور جانا ہے۔ اس لیے اب میں مدینہ جاؤں گا۔ چنانچہ پھر وہ مدینہ چلا گیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ پھر اُس کا کیا حال ہوا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے حجِ بیت اللہ کا قیام ذکرِ الٰہی کے لیے کیا تھا مگر مسلمانوں نے اس سے وہ فائدہ اُٹھانا ترک کر دیا جس کے لیے یہ عبادت مقرر کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اِس بے رغبتی اور عدمِ توجّہی کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ قادیان میں جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ حج کے لیے لوگوں کو ہمیشہ مکہ مکرمہ میں ہی جانا پڑے گا مگر وعظ و نصیحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قادیان کو مرکز مقرر فرمایا۔ اب اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت ہم قادیان سے ربوہ آگئے ہیں جہاں ہر سال ہمارا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے جس میں شامل ہونے کے لیے دور دور سے لوگ آتے ہیں، وعظ و نصیحت کی باتیں سنتے ہیں، تہجدیں پڑھتے ہیں، ذکرِ الٰہی اور دُعاؤں میں اپنا وقت صَرف کرتے ہیں اور نوجوان بھی جہاں مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں وہاں اپنے اوقات کو زیادہ تر ذکرِ الٰہی میں بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس جلسہ کی بڑی غرض بھی یہی ہے کہ جو لوگ اِس میں شامل ہونے کے لیے ربوہ آئیں وہ دن کے اوقات میں علماءِ سلسلہ کی تقریریں سنیں اور رات کو مساجد میں تہجدیں پڑھیں، ذکرِ الٰہی کریں، قرآن کریم کی تلاوت کریں اور دُعاؤں میں اپنے اوقات بسر کریں تا کہ اگر سارا سال انہوں نے تہجد نہیں پڑھی تو کم از کم ان تین دنوں میں ہی وہ تہجد اور نوافل پڑھ کر اور ذکرِ الٰہی اور دُعاؤں میں حصہ لے کر اپنے دلوں کو منور کر لیں۔

جلسہ سالانہ پر آنے والے دوستوں کو ہدایات تو میں ربوہ میں دیا کرتا ہوں مگر اس دفعہ گرمی کی شدّت کی وجہ سے میں نہیں کہہ سکتا کہ ہم کب ربوہ پہنچیں۔ پہلے کئی دفعہ یہاں 69، 70 تک درجہ حرارت رہتا تھا مگر آج 86 سے اوپر تھا۔ اور ابھی پتا نہیں کہ پونے چار بجے تک کتنا درجہ حرارت بڑھ جائے۔ ہم 5 مئی کو مری گئے تھے اور اُس وقت یہاں درجہ حرارت 90 تھا مگر آج صبح کے وقت ہی 86 تک درجہ حرارت پہنچا ہوا تھا جس سے ڈر آتا ہے کہ کہیں آج 90 سے بھی ٹمپریچر بڑھ نہ جائے۔ پس چونکہ گرمی زیادہ ہے میں نے مناسب سمجھا کہ یہیں خطبہ پڑھ دوں۔ اخبار میں چھپ کر تمام جماعتوں کو پہنچ جائے گا۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہوگی وہی ہوگا۔ اِس دفعہ گرمی کی شدّت اور صحت کی کمزوری دیکھ کر خیال آیا کہ معلوم نہیں کتنی زندگی باقی ہے اس لیے جو فرض بھی ادا کیا جا سکے اس کو جلد سے جلد ادا کر دوں اور جماعتوں کو اُن کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلا دوں۔

پس میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ جلسہ سالانہ پر زیادہ سے زیادہ آنے کی کوشش کریں۔ اِس سال گرمی بھی زیادہ پڑی ہے اور بارشیں بھی زیادہ ہوئی ہیں جس کی وجہ سے فصلیں بالکل ماری گئی ہیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس سال چندوں میں بھی کمی واقع ہو رہی ہے۔ گو پچھلے سال جتنا چندہ تو آ چکا ہے مگر ہمیں زیادہ آمد کی ضرورت ہے کیونکہ اس سال سترہ لاکھ کا بجٹ بنایا گیا ہے اور پچھلے سال بارہ لاکھ کا بجٹ تھا۔ پس پچھلے سال کا جو بجٹ تھا اُس کے برابر تو چندہ کی وصولی ہو رہی ہے مگر اس سال جتنی آمد ہونی چاہیے تھی اُتنی آمد نہیں ہو رہی۔ اسی وجہ سے ہر صیغہ کے بجٹ میں تین فیصدی کی مزید کمی کی گئی ہے تاکہ آخر سال تک اخراجات پورے ہو سکیں۔ گویا اس سال کے لیے صدر انجمن احمدیہ نے جو بجٹ تجویز کیا تھا اور جسے مجلس شوریٰ کے موقع پر منظور کر لیا گیا تھا اُس میں سے بھی تین فیصدی کی کمی کر دی گئی ہے۔ یہ کمی بھی اسی لیے کرنی پڑی کہ اس سال فصلیں بہت کچھ ماری گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اوّل تو دھوپ اور گرمی بہت پڑی، دوسرے متواتر بارشیں ہوئیں اور انہوں نے اتنی تباہی مچائی کہ ابھی تک کراچی کی طرف سڑکیں ٹوٹی پڑی ہیں اور موٹر آ جا نہیں سکتی اور قریباً ایک مہینہ سے یہی حالت ہے۔ اس وجہ سے جلسہ سالانہ پر آنے جانے کے اخراجات پورے کرنے کے لیے دوستوں کو دقتیں تو پیش آئیں گی لیکن ان کو چاہیے کہ اس موقع کے لیے انہیں کچھ قرض لے کر بھی آنا پڑے تو وہ قرض لے کر آ جائیں۔

غریب لوگ تھرڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں اور اس وجہ سے اُن کے کرایہ پر بہت تھوڑا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ بالعموم چار پانچ روپیہ میں وہ ربوہ پہنچ سکتے ہیں اور چار پانچ روپے اگر قرض لے لیے جائیں تو غریب سے غریب آدمی بھی محنت مزدوری کر کے آسانی سے اتنا قرض ادا کر سکتا ہے۔ اِسی طرح عورتوں کو چاہیے کہ وہ کفایت سے اپنے گھروں کے اخراجات پورے کریں تا کہ کم از کم اتنا روپیہ ان کے پاس بچ جائے جس سے وہ جلسہ سالانہ پر آ سکیں۔ لوگوں میں عموماً یہ شوق پایا جاتا ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر آپ بھی آتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی ساتھ لاتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے ہمسایوں اور دوستوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ سالانہ ہوا اُس میں سات سو آدمی شامل ہوئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کو دیکھ کر اتنے خوش ہوئے تھے کہ جب آپ سیر کے لیے باہر نکلے اور چلتے ہوئے لوگوں کی ٹھوکروں کی وجہ سے آپ کے پاؤں سے جوتی بار بار نکل جاتی تو آپؑ نے فرمایا اب تو ہماری جماعت اِتنی بڑھ گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں میرے آنے کی غرض پوری ہو گئی ہے۔ ہمارے آنے کی یہی غرض تھی کہ ہم دین کی اشاعت کریں اور اس کے لیے ایک جماعت تیار کر دیں۔ سو اَب وہ جماعت تیار ہو گئی ہے۔ چنانچہ اسی سال آپؑ وفات پا گئے۔ پھر حضرت خلیفہ اوّل کے عہدِ خلافت میں جو آخری جلسہ ہوا اُس میں اٹھارہ اُنیس سو آدمی شریک ہوئے۔ اور اس کے بعد قادیان میں جو جلسے ہوتے رہے ان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے شامل ہونے والوں کی تعداد ہر سال بڑھتی چلی گئی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب بڑے خوش خوش میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے پوری طرح حساب لگا کر معلوم کیا ہے کہ اس سال ہمارے جلسہ میں تئیس ہزار آدمی شریک ہوئے ہیں مگر اب یہ کیفیت ہے کہ پچھلے سال ربوہ میں ستّر ہزار آدمی جمع ہوا اور اس سال ہم اُمید رکھتے ہیں کہ اگر جماعت پوری توجہ سے کام لے اور اپنی ذمہ داری کو سمجھے تو ایک لاکھ تک آنے والوں کی تعداد پہنچ جائے گی۔ بلکہ ممکن ہے اس سے بھی بڑھ جائے۔

پس اوّل تو میں جماعت کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جلسہ سالانہ پر پچھلے سالوں سے بھی زیادہ آنے کی کوشش کرے اور پھر زیادہ سے زیادہ غیر احمدیوں کو اپنے ہمراہ لانے کی کوشش کرے۔ اِسی طرح جو غیر احمدی دوست تشریف لائیں اُن کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور انہیں مرکز سے

زیادہ سے زیادہ مستفید کرنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن کریم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک بڑی خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ کَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ [2] یعنی وہ ایسا نیک تھا کہ اپنے بیوی بچوں کو بھی نیکی کی تلقین کرتا رہتا تھا۔ اِسی طرح جو دوست غیر احمدی معززین کو اپنے ہمراہ لائیں انہیں اِس امر کی طرف توجہ دلائیں کہ وہ بیشک ہمارے پیچھے نمازیں نہ پڑھیں مگر مسجد میں آ کر پنجوقتہ نماز پڑھنے کی ضرور کوشش کریں اور دُعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں اپنے ایام بسر کریں۔ آخر نماز کی پابندی جس طرح ہمارے لیے ضروری ہے اُسی طرح اُن کے لیے بھی ضروری ہے۔ بیشک ہم انہیں یہ نہیں کہتے کہ وہ ہمارے پیچھے نمازیں پڑھیں مگر ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ وہ اپنے طریق پر جس طرح بھی نماز پڑھنا چاہیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔

مجھے یاد ہے پارٹیشن کے بعد جہلم میں مَیں نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں پاکستان دے دیا ہے۔ اب ان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی احکام پر بھی عمل کریں کیونکہ پاکستان کا مطالبہ اِسی بناء پر کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو ایک الگ مقام اس لیے ملنا چاہیے کہ وہ اسلامی تمدّن اور معاشرت کو قائم کرسکیں۔ پس اب جبکہ پاکستان مل چکا ہے انہیں چاہیے کہ وہ اسلامی احکام پر عمل کرنے کی کوشش کریں تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے جو مطالبہ کیا تھا وہ دیانتداری پر مبنی تھا۔ اور اس غرض کے لیے انہیں چاہیے کہ وہ نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں، حج کریں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ غلطی سے یہ سمجھ لیں کہ میں انہیں اپنے پیچھے نماز پڑھنے کی تلقین کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے انہیں کہا کہ ہمارا اور آپ لوگوں کا قبلہ بھی ایک ہے، قرآن بھی ایک ہے اور نماز بھی ایک جیسی ہی ہے لیکن پھر بھی میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میرے پیچھے نماز پڑھیں میں یہ کہتا ہوں کہ آپ غیر احمدی امام کے پیچھے پڑھیں اور غیر احمدیوں کی مسجد میں پڑھیں مگر پڑھیں ضرور۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اگر کوئی حنفی ہو تو وہ شافعیوں کے پیچھے نماز پڑھے یا شافعی حنفیوں کے پیچھے پڑھے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی حنفی ہے تو وہ حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھے، شافعی ہے تو وہ شافعیوں کے پیچھے پڑھے، شیعہ ہو تو شیعوں کے پیچھے پڑھے مگر بہرحال وہ خدا تعالیٰ کا نام ضرور لے اور اس کی عبادت کرے تا کہ اُس کا خدا اُس پر خوش ہو جائے۔ جب میں تقریر کر کے بیٹھ گیا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ میں اُس کے دھوکا میں آ گیا اور

میں نے سمجھا کہ شاید وہ لیکچر کی تعریف کرنا چاہتا ہے مگر جب اسے صدر نے اجازت دی تو وہ کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ مرزا صاحب نے جو بات کہی ہے وہ منافقت سے کہی ہے ورنہ اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں تو چلیں اور ہمارے امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اُس وقت اُس جلسہ کا صدر ایک غیر احمدی تھا۔ وہ ہماری جماعت کا شدید مخالف ہے اور اُس نے ہمارے خلاف بعض ٹریکٹ بھی لکھے ہیں مگر جب اس نے یہ بات کہی تو وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا مجھے پتا نہیں تھا کہ اس شخص نے اعتراض کر کے فتنہ پھیلانا ہے ورنہ میں اسے کبھی بولنے کی اجازت نہ دیتا۔ مرزا صاحب نے تو اپنے پیچھے نماز پڑھنے کا نام بھی نہیں لیا۔ انہوں نے تو یہ کہا ہے کہ تم نمازیں پڑھو۔ اور یہ بھی نہیں کہا کہ ہماری مسجد میں پڑھو بلکہ کہا ہے کہ تم اپنی اپنی مسجدوں میں نمازیں پڑھو اور یہ بھی نہیں کہا کہ ہمارے امام کے پیچھے پڑھو بلکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر تم شیعہ ہو تو شیعہ امام کے پیچھے پڑھو، اگر خارجی ہو تو خارجی امام کے پیچھے پڑھو، اگر حنفی یا شافعی ہو تو حنفی یا شافعی امام کے پیچھے پڑھو۔ اور جب انہوں نے اپنی جماعت کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ تم اپنے اپنے طریق پر جس طرح خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا پسند کرتے ہو اُس طرح عبادت کرو تو پھر اعتراض کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اگر تو وہ یہ کہتے کہ میرے پیچھے نماز پڑھو یا ہماری جماعت کے امام کے پیچھے نماز پڑھو تب تو اعتراض ہو سکتا تھا لیکن انہوں نے تو اشارۃً بھی کوئی بات ایسی نہیں کہی۔ پس یہ اعتراض محض فتنہ اور فساد پھیلانے کی کوشش کرنا ہے۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن ہی کے ایک آدمی کے ذریعہ مخالف کو جواب دے دیا اور وہ شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا۔

بہرحال ہمارا طریق یہی ہے کہ ہم ہر مذہب اور عقیدہ رکھنے والے کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے طریق کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے کہ وہ ہمارے پیچھے نماز پڑھے۔ مجھے یاد ہے جب شملہ میں پہلی مرتبہ کشمیر کمیٹی کا جلسہ ہوا تو نواب صاحب آف کُنج پورہ بھی جو ہمارے رشتہ دار تھے اس میں شامل ہوئے۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ وہ احمدیت کے مخالف ہیں اور بعض دوسرے غیر احمدی معززین بھی شامل ہیں میں نے درد صاحب کو کہا کہ ایک الگ کمرہ میں نماز کے لیے دریاں بچھا دیں اور پانی کا بھی انتظام کر دیں۔ جب کمیٹی ہو چکی تو میں نے دوستوں سے کہا کہ اب چونکہ نماز کا وقت ہے اس لیے ہم تو یہیں نماز پڑھیں گے لیکن آپ لوگوں کے لیے ایک الگ کمرہ میں

انتظام کر دیا گیا ہے اور لوٹے بھی رکھوا دیئے گئے ہیں تا کہ وضو کر سکیں۔ اِس پر نواب صاحب بڑے غصہ سے اُٹھے اور ناراض ہو کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد نواب ذوالفقار علی خاں صاحب جو ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خاں صاحب کے چھوٹے بھائی تھے اُن کا مجھے فون آیا کہ نواب صاحب آف کُنج پورہ کی آپ نے کیوں ہتک کر دی، وہ تو بڑے ناراض ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے تو کوئی ہتک نہیں کی۔ میں نے تو اُن کی سہولت کے لیے الگ جائے نماز بچھوا دی تھی اور پانی کا بھی انتظام کرا دیا تھا تا کہ وہ علیحدہ نماز پڑھ لیں۔ آخر انہوں نے ہمارے پیچھے تو نماز نہیں پڑھنی تھی۔ وہ کہنے لگے کہ انہوں نے آپ کی بات کو سمجھا نہیں۔ وہ بڑے غصہ سے اُٹھ کر آ گئے اور کہنے لگے کہ انہوں نے ہم کو کافر قرار دے دیا ہے اور کہا ہے کہ تم الگ نماز پڑھو۔

غرض ہم تو خود کہتے ہیں کہ جو لوگ اعتقادات میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں وہ علیحدہ نماز پڑھیں۔ آخر نماز بندے اور خدا تعالیٰ کے تعلق کی ایک علامت ہے۔ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہیں تو اُن کی نماز اُسی صورت میں قبول ہو سکتی ہے جب وہ ہم سے علیحدہ نماز پڑھیں۔ اور اگر وہ ہم کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو اپنے پیچھے نماز پڑھوا کر ہم اُن کی نماز کو کیوں خراب کریں۔ اگر ایک شخص ہم کو کافر سمجھتا ہے اور پھر ہم اُسے کہتے ہیں کہ تُو ہمارے پیچھے نماز پڑھ تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ ہم اُسے بے دین بناتے ہیں۔ اگر وہ خود اپنے شوق سے ہمارے پیچھے نماز پڑھنا چاہے تو ہم اُسے نہیں روکتے لیکن جو شخص ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہے اُسے ہم اپنے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

پس جو لوگ باہر سے آئیں اُن کو نصیحت کرتے رہیں کہ وہ مسجدوں میں بیٹھیں، ذکرِ الٰہی کریں، دُعا اور استغفار سے کام لیں اور جب نماز کا وقت آئے تو بیشک علیحدہ نماز پڑھ لیں، ہمارے امام کے پیچھے نہ پڑھیں۔ مگر بہر حال پڑھیں ضرور کیونکہ نماز پڑھنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اس حکم کی بجا آوری جس طرح ہمارے لیے ضروری ہے اُسی طرح اُن کے لیے بھی ضروری ہے۔

غرض جماعت کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ جلسہ سالانہ پر آنے کی کوشش کریں اور پھر یہاں آ کر دُعاؤں اور ذکرِ الٰہی اور عبادت میں اپنا وقت گزاریں اور جن غیر احمدی دوستوں کو اپنے ہمراہ لائیں اُن کی بھی نگرانی رکھیں تا کہ وہ اپنا وقت ضائع نہ کریں اور دُعا اور استغفار میں مشغول رہیں۔

اِسی طرح میں ربوہ والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں اور چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی آواز پر جمع ہوتے ہیں اس لیے وہ ان کے بھی مہمان ہیں۔ اگر وہ ان کی مہمان نوازی نہیں کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنیں گے۔ ان کے کھانے پر جس قدر خرچ ہوتا ہے وہ تو خود اپنے چندہ کے ذریعہ بھجوا دیتے ہیں۔ ربوہ والوں کا کام صرف اتنا رہ جاتا ہے کہ وہ ان کی خدمت کریں اور ان کی رہائش کے لیے زیادہ سے زیادہ مکانات پیش کریں۔

پس میں ربوہ والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ابھی سے اپنے مکانات کا ایک حصہ مہمانوں کو پیش کرنے کا تہیہ کر لیں اور کوشش کریں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مکانات مہمانوں کو دیں۔ اِسی طرح مہمانوں کی خدمت کے لیے وہ والنٹیئرز کے طور پر اپنے آپ کو بھی پیش کریں تا کہ باہر سے آنے والوں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچایا جا سکے۔ اگر اس دفعہ باہر سے ایک لاکھ آدمی آ جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ان کی خدمت کے لیے بیس ہزار والنٹیئرز کی ضرورت ہوگی مگر ابھی ربوہ کی آبادی اتنی نہیں کہ تمام والنٹیئرز صرف ربوہ سے ہی میسر آ سکیں۔ اس لیے تمام جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کے افراد میں سے پچیس فیصدی افراد کو والنٹیئرز کے طور پر پیش کریں اور جلسہ سالانہ سے پہلے ہی انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے دفاتر میں اُن کے نام بھجوا دیں اور جب جلسہ سالانہ پر وہ لوگ پہنچیں تو آتے ہی ان لوگوں کو انصار اور خدام کے منتظمین کے سپرد کر دیں تا کہ وہ ربوہ والوں کے ساتھ مل کر آنے والے مہمانوں کی خدمت کر سکیں"۔ (الفضل 9/اکتوبر 1958ء)

1: الحج: 28

2: مریم: 56